رسائل و مسائل:-

زکوٰۃ و عُشر کے اجراء سے پیدا ہونے والے چند سوالات

سوال:- نفاذِ شریعت کے سلسلے میں ۱۲ ربیع الاول کے مبارک دن کو جو ابتدائی روشن اور محکم اقدامات ہوئے ہیں، اُن کے لیے بانی تحریک اسلامی اور پوری جماعت اسلامی کو مبارک باد ہو، نیز ہر اس عالم و عامی کو جس نے اس مقصد کے حصول کی تمنا کی اور اس میں حصہ لیا۔ بعدازاں ساری ملت کے سامنے بھی ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں کہ اس کے لیے سعادت کی راہیں کھل گئیں۔

اب میرے چند سوالات ہیں، ان کا جواب مختصراً مطلوب ہے۔

۱۔ اہلِ تشیع نے زکوٰۃ و عُشر اور حدوں کے متعلق اختلافی نقطۂ نظر کو چھیڑ دیا ہے۔ اگر یہ طرزِ فکر جاری رہا تو اور سب گوشوں سے بھی آوازیں اُٹھ کر "کثرتِ تعبیر" سے نفاذِ شریعت کو خوابِ پریشاں بنا سکتی ہیں۔ بی بی سی اس خبر سے بہت خوش ہے۔ اور اس نے دل کی بات یوں کہہ دی ہے کہ نفاذِ شریعت کوئی آسان معاملہ نہیں۔

۲۔ زکوٰۃ و عشر کے جمع و صرف میں خیانت کے سدّباب کے بغیر آخر اہلِ احتیاج کیا کریں گے دیہات میں تو خیر ان کو پہچاننا آسان ہے، شہر میں بڑی مشکل پیش آئے گی۔ پھر مستحقین اپنے حقوق وصول کرنے کے لیے دھکے کھاتے پھریں گے۔

۳۔ موجودہ دَور میں مسافروں کے لیے کیا کام کیا جا سکتا ہے، نیز گداگری کا انسداد کیسے ہوگا۔

۴۔ زکوٰۃ کے ساتھ انکم ٹیکس کو جوں کا توں رکھنا تو یوں بھی غلط ہے۔ پھر خاص طور سے انکم ٹیکس کا تو سارا ڈھانچہ ہی غلط ہے۔ میری نظر ملازموں، ادیبوں اور صحافیوں کے انفرادی

انکم ٹیکس پر ہے، موجودہ نظام میں بڑی زیادتی ہوتی ہے۔ کیا آئندہ کوئی تبدیلی آسکتی ہے۔

۵۔ اب تک درمیانہ کلاس کے جو لوگ اپنی پس انداز رقوم فکس ڈیپازٹ میں جمع کرا کے یا سرمایہ کار اداروں میں حصہ لے کر یا کسی اور طرح اپنی رقوم کو حصولِ منافع کے لیے استعمال کرتے تھے، اب اُن کی رقوم موجودہ سودی سسٹم میں تو لگائی نہیں جائیں گی، اور شرکت و مضاربت پر اگر کہیں لگائی گئیں تو رقم ڈوب بھی سکتی ہے۔ پھر وہ سرمایہ کام میں نہ لگائیں تو زکوٰۃ عائد ہوتی ہے، اس اُلجھن کا حل کیا ہے؟

جواب: (از ادارہ) ۱۔ آج تک ہمارا نقطۂ نظر یہی رہا ہے اور یہی ہونا چاہیے کہ اہلِ تشیع اہلِ سنت کے ساتھ ساتھ ملتِ محمدیہ کے جز ہیں۔ وہ کوئی الگ چیز نہیں ہیں۔ جہاں تک اختلافات کا تعلق ہے وہ سیاسی ہوں یا فقہی، ہم اُن کے لیے اختلاف کا حق تسلیم کرتے ہیں، مگر جب نظام چلانے کا معاملہ آئے گا تو اختلاف برقرار رہتے ہوئے بہت سی صورتوں میں ہمیں اتحاد اختیار کرنا ہوگا۔ بلکہ کہنا یہ چاہیے کہ اظہارِ اختلاف کو محدود راہوں میں رکھ کر اتحاد و یک جہتی و ہم آہنگی کی باتیں اُٹھانی ہوں گی۔ اور اُن کے لیے عملاً راستے نکالنے ہوں گے۔

برادرانِ اہلِ تشیع کا اوّلین نقطۂ نظر تو یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اہلِ سنت کے ہم دوش کھڑا کر کے یہ سمجھیں کہ وہ مل کر الحاد، لادینیّت اور مخالفِ اسلام نظریات کے خلاف جہاد کے لیے میدان میں آئے ہیں۔ اور اگر الحاد اور لادینیت اور مخالفِ اسلام نظریات کی گندگیوں سے بچنے کے لیے انہیں اہلِ سنت کے تصورات پر استوار ہو جانے والا خدا پرستانہ نظام بھی ملے تو وہ اُسے اقرب بلکہ اپنا سمجھیں گے۔ دوسری طرف کسی ملک میں اگر اہلِ تشیع کے تصورات، الحاد اور مادہ پرستی کو شکست دے کر غالب آئیں تو وہاں کے اہلِ سنت کے لیے وہ سابق کافرانہ نظام سے ہزار درجہ بہتر ہوں گے۔

جن قوانین کا ابھی اجراء ہوا ہے، اگر اس پہلی قسط سے ہی حقے بخرے کرنے اور مختلف گروہی فقہوں کے سامنے آنے سے صورت حالات مضحکہ خیز بن جائے اور ساری مساعی کا وقار ضائع ہو تو ابھی سے بغور اس امر کو حل کرنا چاہیے۔ اگر کسی مملکت میں بھاری اکثریت ایک فقہی نقطۂ نظر کی حامل ہو تو اس میں لا آف دی لینڈ یا عمومی قانون تو بہر حال اکثریتی فقہ پر ہی چلے گا۔ دوسرے چھوٹے فقہی گروہ صرف پرسنل لا کی حد تک اپنی فقہ کے تحت فیصلے لے سکتے ہیں۔ اسی کے اُلٹ صورت ہے جو برادران اہلِ تشیع کی اپنی